QuranUrdu.com

تفہیم القرآن

التکاثر

(۱۰۲)

QuranUrdu.com

التکاثر

نام پہلی آیت کے لفظ اَلتَّکَاثُرُ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول ابوحیّان اور شوکانی کہتے ہیں کہ یہ تمام مفسّرین کے نزدیک مکّی ہے، اور امام سُیُوطی کا قول ہے کہ مشہور ترین بات یہی ہے کہ یہ مکّی ہے، لیکن بعض روایات ایسی ہیں جن کی بنا پر اسے مدنی کہا گیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

ابنِ ابی حاتم نے ابوبُرَیدہؓ کی رِوایت نقل کی ہے کہ یہ سورت انصار کے دو قبیلوں بنی حارثہ اور بنی الحرث کے بارے میں نازل ہوئی۔ دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں پہلے اپنے زندہ آدمیوں کے مَفاخِر بیان کیے، پھر قبرستان جا کر اپنے اپنے مرے ہوئے لوگوں کے مَفاخِر پیش کیے۔ اس پر یہ ارشادِ الٰہی نازل ہوا کہ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ۔ لیکن شانِ نُزول کے بارے میں صحابہؓ و تابعینؒ کا جو طریقہ تھا، اُس کو اگر نگاہ میں رکھا جائے تو یہ روایت اِس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سورۂ تکاثُر اسی موقع پر نازل ہوئی تھی، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اِن دونوں قبیلوں کے اِس فعل پر یہ سورت چسپاں ہوتی ہے۔

امام بخاری اور ابنِ جَرِیر نے حضرت اُبَیؓ بن کَعْب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کو کہ لو ان لابن اٰدم واديين من مال لتمنّٰى واديًا ثالثًا ولا يَمْلَأُ جوف ابن اٰدم الّا التراب (اگر آدم زاد کے پاس دو وادیاں بھر کر مال ہو تو وہ تیسری وادی کی تمنّا کرے گا۔ ابنِ آدم کا پیٹ مٹّی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھر سکتا) قرآن میں سے سمجھتے تھے، یہاں تک کہ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔“ اس حدیث کو سورۂ تکاثُر کے مَدَنی ہونے کی دلیل اس بنا پر قرار دیا گیا ہے کہ حضرت اُبَیؓ مدینے میں مسلمان ہوئے تھے۔ مگر حضرت اُبَیؓ کے اس بیان سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ صحابۂ کرامؓ کس معنٰی میں حضورؐ کے اس ارشاد کو قرآن میں سے سمجھتے تھے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ اسے قرآن کی ایک آیت سمجھتے تھے، تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں ہے، کیونکہ صحابہؓ کی عظیم اکثریت اُن اصحاب پر مشتمل تھی جو قرآن کے حرف حرف سے واقف تھے، ان کو یہ غلط فہمی کیسے لاحق ہو سکتی تھی کہ یہ حدیث قرآن کی ایک آیت ہے۔ اور اگر قرآن میں سے ہونے کا مطلب قرآن سے ماخوذ ہونا لیا جائے، تو اس روایت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدینۂ طیّبہ میں جو اصحاب داخلِ اسلام ہوئے تھے، انھوں نے جب پہلی مرتبہ حضورؐ کی زبانِ مبارک سے یہ سورت سنی تو انھوں نے یہ سمجھا کہ یہ ابھی نازل ہوئی ہے، اور پھر حضورؐ کے مذکورۂ بالا ارشاد کے متعلّق اُن

QuranUrdu.com

کو یہ خیال ہوا کہ وہ اِسی سورت سے ماخوذ ہے۔

ابنِ جَرِیر، تِرمِذِی اور ابن المُنذِر وغیرہ محدثین نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''ہم عذابِ قبر کے بارے میں برابر شک میں پڑے رہے، یہاں تک کہ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔'' اِس کو سورۂ تکاثُر کے مدنی ہونے کی دلیل اس بنا پر قرار دیا گیا ہے کہ عذابِ قبر کا ذکر مدینے ہی میں ہوا تھا، مکے میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ قرآن کی مکّی سورتوں میں بکثرت مقامات پر قبر کے عذاب کا ایسے صریح الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ شک کی گنجایش نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر مُلاحظہ ہو: الاَنعام، آیت ۹۳۔ النحل، ۲۸۔ المومنون ۹۹-۱۰۰۔ المومن ۴۵-۴۶۔ یہ سب مکّی سورتیں ہیں۔ اس لیے حضرت علیؓ کے ارشاد سے اگر کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ یہ ہے کہ مذکورۂ بالا مکّی سورتوں کے نُزول سے پہلے سورۂ تکاثُر نازل ہو چکی تھی، اور اُس کے نُزول نے عذابِ قبر کے بارے میں صحابہؓ کے شک کو دُور کر دیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اِن روایات کے باوجود مفسّرین کی عظیم اکثریت اس کے مکّی ہونے پر متفق ہے۔ ہمارے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ مکی سورت ہے، بلکہ اس کا مضمون اور اندازِ بیان یہ بتا رہا ہے کہ یہ مکّے کے ابتدائی دَور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔

موضوع اور مضمون

اس میں لوگوں کو اُس دنیا پرستی کے بُرے انجام سے خبردار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ مرتے دم تک زیادہ سے زیادہ مال و دولت، اور دنیوی فائدے اور لذّتیں اور جاہ و اقتدار حاصل کرنے اور اُس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے، اور انھی چیزوں کے حُصول پر فخر کرنے میں لگے رہتے ہیں، اور اِس ایک فکر نے اُن کو اس قدر منہمک کر رکھا ہے کہ انھیں اس سے بالاتر کسی چیز کی طرف توجہ کرنے کا ہوش ہی نہیں ہے۔ اِس کے بُرے انجام پر متنبّہ کرنے کے بعد لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نعمتیں جن کو تم یہاں بے فکری کے ساتھ سمیٹ رہے ہو، یہ محض نعمتیں ہی نہیں ہیں بلکہ تمھاری آزمایش کا سامان بھی ہیں۔ ان میں سے ہر نعمت کے بارے میں تم کو آخرت میں جواب دِہی کرنی ہوگی۔

QuranUrdu.com

۸ ایاتہا

سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ

۱ رکوعاتہا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ کَلَّا سَوۡفَ

تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دُھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے[1]، یہاں تک کہ (اِسی فکر میں) تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو[2]۔ ہرگز نہیں، عنقریب

ا — اصل میں اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ فرمایا گیا ہے، جس کے معنیٰ میں اتنی وسعت ہے کہ ایک پوری عبارت میں بمشکل اس کو ادا کیا جاسکتا ہے۔

اَلۡہٰکُمۡ لَہۡو سے ہے جس کے اصل معنیٰ غفلت کے ہیں، لیکن عربی زبان میں یہ لفظ ہر اُس شغل کے لیے بولا جاتا ہے جس سے آدمی کی دلچسپی اتنی بڑھ جائے کہ وہ اس میں مُنہمِک ہو کر دوسری اہم تر چیزوں سے غافل ہو جائے۔ اِس مادّے سے جب اَلۡہٰکُمۡ کا لفظ بولا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی لَہۡو نے تم کو اپنے اندر ایسا مشغول کرلیا ہے کہ تمھیں کسی اور چیز کا، جو اُس سے اہم تر ہے، ہوش باقی نہیں رہا ہے۔ اُسی کی دُھن تم پر سوار ہے۔ اُسی کی فکر میں تم لگے ہوئے ہو۔ اور اِس اِنہماک نے تم کو بالکل غافل کر دیا ہے۔

تکاثُر کثرت سے ہے، اور اس کے تین معنیٰ ہیں: ایک یہ کہ آدمی زیادہ سے زیادہ کثرت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ لوگ کثرت کے حُصول میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کریں۔ تیسرے یہ کہ لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں اِس بات پر فخر جتائیں کہ انھیں دوسروں سے زیادہ کثرت حاصل ہے۔

پس اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ کے معنیٰ ہوئے: تکاثُر نے تمھیں اپنے اندر ایسا مشغول کرلیا ہے کہ اُس کی دُھن نے تمھیں اُس سے اہم تر چیزوں سے غافل کر دیا ہے۔ اس فقرے میں یہ تصریح نہیں کی گئی ہے کہ تکاثُر میں کس چیز کی کثرت اور اَلۡہٰکُمۡ میں کس چیز سے غافل ہو جانا مراد ہے، اور اَلۡہٰکُمۡ (تم کو غافل کر دیا ہے) کے مُخاطَب کون لوگ ہیں۔ اِس عَدَمِ تصریح کی وجہ سے اِن الفاظ کا اطلاق اپنے وسیع ترین مفہُوم پر ہو جاتا ہے۔ تکاثُر کے معنیٰ محدود نہیں رہتے بلکہ دنیا کے تمام فوائد و منافع، سامانِ عیش، اسبابِ لذّت، اور وسائلِ قوت و اقتدار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی و جُہد کرنا، ان کے حُصول میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا، اور ایک دوسرے کے مقابلے میں ان کی کثرت پر فخر جتانا اُس کے مفہُوم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح اَلۡہٰکُمۡ کے مخاطَب بھی محدود نہیں رہتے بلکہ ہر زمانے کے لوگ اپنی انفرادی حیثیت سے بھی اور اجتماعی حیثیت سے بھی اُس کے مخاطَب ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کرنے، اور اس میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے، اور دوسروں کے مقابلے میں اُس پر فخر جتانے کی دُھن افراد پر بھی سوار

QuranUrdu.com

تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ
الۡيَقِيۡنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ
لَتُسۡـئَلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ؑ﴿۸﴾

ع ۱ / ۸ / ۲۷

تم کو معلوم ہو جائے گا۔[۳] پھر (سُن لو کہ) ہرگز نہیں، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں، اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اِس رَوِش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمھارا یہ طرزِ عمل نہ ہوتا)۔ تم دوزخ دیکھ کر رہو گے، پھر (سُن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اُسے دیکھ لو گے۔ پھر ضرور اُس روز تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔[۴] ع

ہے اور اقوام پر بھی۔ اِسی طرح اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں چونکہ اس امر کی صراحت نہیں کی گئی کہ تکاثُر نے لوگوں کو اپنے اندر منہمک کر کے کس چیز سے غافل کر دیا ہے، اس لیے اُس کے مفہوم میں بھی بڑی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ لوگوں کو اِس تکاثُر کی دُھن نے ہر اُس چیز سے غافل کر دیا ہے جو اس کی بہ نسبت اہم تر ہے۔ وہ خدا سے غافل ہو گئے ہیں۔ عاقبت سے غافل ہو گئے ہیں۔ اخلاقی حُدود اور اخلاقی ذمّہ داریوں سے غافل ہو گئے ہیں۔ حق داروں کے حقوق اور ان کی ادائیگی کے معاملے میں اپنے فرائض سے غافل ہو گئے ہیں۔ انھیں معیارِ زندگی بلند کرنے کی فکر ہے، اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ معیارِ آدمیت کس قدر گر رہا ہے۔ اُنھیں زیادہ سے زیادہ دولت چاہیے، اِس بات کی کوئی پروا نہیں کہ وہ کس ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ اُنھیں عیش و عشرت اور جسمانی لذّتوں کے سامان زیادہ سے زیادہ مطلوب ہیں، اِس ہوس رانی میں غرق ہو کر وہ اِس بات سے بالکل غافل ہو گئے ہیں کہ اِس رَوِش کا انجام کیا ہے۔ انھیں زیادہ سے زیادہ طاقت، زیادہ سے زیادہ فوجیں، زیادہ سے زیادہ ہتھیار فراہم کرنے کی فکر ہے، اور اس معاملے میں ان کے درمیان ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی دوڑ جاری ہے، اِس بات کی فکر اُنھیں نہیں ہے کہ یہ سب کچھ خدا کی زمین کو ظلم سے بھر دینے اور انسانیّت کو تباہ و برباد کر دینے کا سرو سامان ہے۔ غرض تکاثُر کی بے شمار صورتیں ہیں جنھوں نے اشخاص اور اقوام سب کو اپنے اندر ایسا مشغول کر رکھا ہے کہ اُنھیں دنیا اور اس کے فائدوں اور لذّتوں سے بالاتر کسی چیز کا ہوش نہیں رہا ہے۔

۲ — یعنی تم اپنی ساری عمر اِسی کوشش میں کھپا دیتے ہو اور مرتے دم تک یہ فکر تمھارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

۳ — یعنی تمھیں یہ غلط فہمی ہے کہ متاعِ دنیا کی یہ کثرت، اور اس میں دوسروں سے بڑھ جانا ہی ترقی اور کامیابی ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز ترقی اور کامیابی نہیں ہے۔ عنقریب اِس کا بُرا انجام تمھیں معلوم ہو جائے گا اور تم جان لو گے کہ یہ کتنی بڑی غلطی تھی جس میں تم عمر بھر مبتلا رہے۔ عنقریب سے مراد آخرت بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ جس ہستی کی نگاہ اَزَل سے اَبَد تک تمام زمانوں پر حاوی ہے، اس کے لیے چند ہزار یا چند لاکھ سال بھی زمانے کا ایک چھوٹا سا حصّہ ہیں۔ لیکن اس سے مراد موت

QuranUrdu.com

بھی ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ تو کسی انسان سے بھی کچھ زیادہ دُور نہیں ہے، اور یہ بات مرتے ہی انسان پر کُھل جائے گی کہ جن مشاغل میں وہ اپنی ساری عمر کھپا کر آیا ہے، وہ اس کے لیے سعادت وخوش بختی کا ذریعہ تھے یا بدانجامی وبدبختی کا ذریعہ۔

۴- اس فقرے میں ''پھر'' کا لفظ اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جواب طلبی کی جائے گی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر یہ خبر بھی ہم تمھیں دیے دیتے ہیں کہ تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سوال عدالتِ الٰہی میں حساب لینے کے وقت ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ متعدّد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں بندوں کو دی ہیں ان کے بارے میں جواب دِہی مومن و کافر سب ہی کو کرنی ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں نے کُفرانِ نعمت نہیں کیا اور شکر گزار بن کر رہے وہ اس محاسبے میں کامیاب رہیں گے، اور جن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے قول یا عمل سے، یا دونوں سے ان کی ناشکری کی وہ اس میں ناکام ہوں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی رِوایَت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم نے آپؐ کو تر و تازہ کھجوریں کھلائیں اور ٹھنڈا پانی پلایا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: ''یہ اُن نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔'' (مُسْنَدِ احمد، نَسائی، ابنِ جَرِیر، ابن المُنْذِر، ابنِ مَرْدُوْیَہ، عَبْد بن حُمَید، بَیْہَقی فی الشُّعَب)

حضرت ابوہریرہؓ کی رِوایَت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ چلو، ابوالہَیْثَم بن التَّیِّہان انصاریؓ کے ہاں چلیں۔ چنانچہ ان کو لے کر آپؐ ابن التَّیِّہانؓ کے نخلستان میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے لاکر کھجوروں کا ایک خوشہ رکھ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: تم خود کیوں نہ کھجوریں توڑ لائے؟ انھوں نے عرض کیا: میں چاہتا تھا کہ آپ حضرات خود چھانٹ چھانٹ کر کھجوریں تناول فرمائیں۔ چنانچہ انھوں نے کھجوریں کھائیں اور ٹھنڈا پانی پیا۔ فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تمھیں قیامت کے روز جواب دِہی کرنی ہوگی، یہ ٹھنڈا سایہ، یہ ٹھنڈی کھجوریں، یہ ٹھنڈا پانی۔'' (اِس قصّے کو مختلف طریقوں سے مسلم، ابنِ ماجہ، ابوداؤد، تِرْمِذِی، نَسائی، ابنِ جَرِیر اور ابویعلیٰ وغیرہم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے، جن میں سے بعض میں اُن انصاری بزرگ کا نام لیا گیا ہے اور بعض میں صرف انصار میں سے ایک شخص کہا گیا ہے۔ اس قصّے کو مختلف طریقوں سے متعدِّد تفصیلات کے ساتھ ابنِ ابی حاتم نے حضرت عمرؓ سے، اور امام احمدؒ نے ابوعَسیبؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سے نقل کیا ہے۔ ابنِ حِبّان اور ابنِ مَرْدُوْیَہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں پیش آیا تھا۔)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سوال صرف کفّار ہی سے نہیں، مومنینِ صالحین سے بھی ہوگا۔ رہیں خدا کی وہ نعمتیں جو اُس نے انسان کو عطا کی ہیں، تو وہ لامحدود ہیں، اُن کا کوئی شمار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ بہت سی نعمتیں تو ایسی ہیں کہ انسان کو اُن کی خبر بھی نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا گیا ہے کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا، ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو تم اُن کا پورا شمار نہیں کر سکتے۔'' (ابراہیم: ۳۴) اِن نعمتوں میں سے بے حد وحساب نعمتیں تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ

QuranUrdu.com

نے براہِ راست انسان کو عطا کی ہیں، اور بکثرت نعمتیں وہ ہیں جو انسان کو اُس کے اپنے کسب کے ذریعے سے دی جاتی ہیں۔ انسان کے کسب سے حاصل ہونے والی نعمتوں کے متعلق اُس کو جواب دِہی کرنی پڑے گی کہ اس نے ان کو کن طریقوں سے حاصل کیا اور کن راستوں میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں اُسے حساب دینا ہوگا کہ اُن کو اُس نے کس طرح استعمال کیا۔ اور مجموعی طور پر تمام نعمتوں کے متعلق اُس کو بتانا پڑے گا کہ آیا اُس نے اِس امر کا اعتراف کیا تھا کہ یہ نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں اور ان پر دل، زبان اور عمل سے اُس کا شکر ادا کیا تھا؟ یا یہ سمجھا تھا کہ یہ سب کچھ اُسے اتفاقاً مل گیا ہے؟ یا یہ خیال کیا تھا کہ بہت سے خدا ان کے عطا کرنے والے ہیں؟ یا یہ عقیدہ رکھا تھا کہ یہ ہیں تو خدا ہی کی نعمتیں، مگر ان کے عطا کرنے میں بہت سی دوسری ہستیوں کا بھی دخل ہے اور اِس بنا پر اُنھیں معبود ٹھیرا لیا تھا اور اُنھی کے شکریے ادا کیے تھے؟